عارف سیالکوٹی (ایم۔ اے)

تعمیرِ معاشرہ اور اللہ کا تصور

اسلام وہ مذہب ہے، جس کا مقصد خالق و مخلوق کے درمیان تعلق پیدا کرنا اور ایک متوازن، معتدل، امن پسند، انسان دوست، عدل و انصاف اور مثبت اقدارِ حیات پر مبنی معاشرے کا قیام ہے تاکہ اخوت، مساوات، محبت، خوش حالی، نیکی اور پاکیزگی کو فروغ ملے، انسان در بدر اور کوبکو کی ٹھوکریں کھانے اور بھٹکتے پھرنے کے بجائے ایک مقررہ سمت کو گامزن رہے، اس کے احساسات و جذبات کا ایک واضح مرکز ہو، افرادِ معاشرہ میں وحدتِ فکر و عمل کی کارفرمائی ہو، انتشار و افتراق اور پراگندہ خیالی کا قلع قمع ہو۔ اللہ کا تصور جس قدر صاف، ہمہ گیر اور ہمہ وقتی ہوگا افراد معاشرہ اسی قدر مربوط و منظم ہوں گے۔ اگر ایک سے زائد خدا ہوں گے تو آدمی کبھی ایک کے سامنے جھکے گا کبھی دوسرے کے آگے سرنگوں ہوگا۔ زندگی کے مختلف شعبوں کی حاکمیت اور خدائی مختلف ہستیوں کے سپرد ہونے کی صورت میں معاشرے میں مزید افراتفری اور انتشار پھیلے گا کیونکہ انسان ایک ضرورت کی تکمیل کی خاطر ایک دربار میں حاضری دے گا اور دوسرے مقصد کے حصول کی غرض سے دوسری سرکار میں سجدہ ریز ہوگا، کبھی ایک کا حکم مانے گا کبھی دوسرے کی ہدایات پر عمل کرے گا۔ نتیجتاً وہ اچھا خاصا مجموعہ اضداد بن کر رہ جائے گا۔ اس تضاد کا لازمی نتیجہ یہ ظاہر ہوگا کہ افراد معاشرہ میں ہم آہنگی اور ہم خیالی کا فقدان رہے گا۔ یہ پریشان خیالی یقیناً منفی جذبات، غلط احساسات، خود سری، خود غرضی اور منافقت کا باعث بنے گی، اسی وجہ سے تو کہا گیا ہے کہ، یک در گیر و محکم بگیر۔

اسلام نے اللہ کا جو تصور پیش کیا ہے وہ ہر طور مکمل اور ہر اعتبار جامع اور واضح ہے۔ اللہ وحدہٗ لا شریک ہے، صمد اور بے نیاز ہے، کسی کا دست نگر اور محتاج نہیں، قادرِ مطلق ہے، حادث نہیں قدیم ہے، خالق ہے، مادہ اور روح دونوں کو اسی نے پیدا کیا ہے۔ حی و قیوم ہے، خود بھی زندہ ہے، دوسروں کو بھی زندگی عطا کرنے اور زندہ رکھنے پر قادر ہے، مخلوق کو پالنے والا ہے، رازق اور روزی رساں ہے، اسے اپنے بندوں سے بے پناہ محبت ہے، وہ رحمان، رحیم، کریم، ستار اور غفار ہے، ہر شے سے باخبر ہے، حاضر و ناظر ہے، علیم، سمیع، خبیر اور بصیر ہے۔ اس نے انسان کو اس وسیع و عریض دنیا میں آوارہ بھٹکنے کے

یے نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ اپنے مقرب اور منتخب بندوں کے ذریعے ان کی ہدایت اور رہنمائی کا اہتمام بھی فرمایا، اس سلسلے کا آخری اور اعلیٰ و افضل ہدایت نامہ جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے مرحمت فرمایا گیا، قرآن مجید ہے۔ یہ ایک صاف، واضح، غیر مبہم، قابلِ عمل اور فطرتِ انسانی کے عین مطابق کلام ہے۔ یہ ضابطہ حیات بھی ہے اور دستور العمل بھی، ایک قوت بھی ہے اور روشنی بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تیرہ صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی اسلامی معاشرے پر اس کے گہرے اثرات نمایاں ہیں۔ اس معاشرے سے اخلاق، نیکی، اخوت، محبت، صداقت، رواداری، ایثار اور انصاف کے عنصر کلیتاً معدوم نہیں ہوئے۔ یہ معاشرہ بڑا ہی بہتر اور پاکیزہ ہے۔ ابلیس ابھی تک دلوں پر قابض ہونے میں ناکام ہے۔ مسلمان بحیثیتِ مجموعی انسانیت کے شرف اور مقامِ بلند سے نیچے گر کر حیوانیت کی سطح پر نہیں آیا۔ اس معاشرے میں فکر و نظر اور عمل کی وحدت کا موثر ترین ذریعہ اللہ کا تصور ہے۔ اس گئے گزرے زمانے میں بھی مثبت خطوط پر سوچنے اور صحیح انداز میں عمل کرنے والوں کی کمی نہیں۔ مرکزیت موجود ہے۔ اخلاقِ محمدی کی شمع روشن ہے۔ مساجد سے فلاح و بہبود کی صدائیں مسلسل اور متواتر بلند ہوتی رہتی ہیں۔

لا الہ الا اللہ کا عقیدہ وہ بنیادی اور اہم تصور ہے جس پر معاشرت، زندگی اور ثقافت کی عمارت استوار ہے۔ اسلامی معاشرے میں اللہ کا ہمہ وقتی تصور دل و دماغ کو جگمگاتا اور عزم و حوصلے کو استقامت اور تقویت بخشتا رہتا ہے۔ یہ تصور صراطِ مستقیم سے بھٹکنے نہیں دیتا۔ منزل کی نشاندہی کرتا رہتا ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں کہلا سکتا جب تک وہ اللہ کی ہستی اور اس کی جملہ صفات پر صدقِ دل سے ایمان نہ لائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوہ حسنہ سے ابد تک کے لیے یہ اہتمام فرمادیا ہے کہ اللہ کا تصور ہر وقت اور ہر موڑ پر جلوہ گر رہے، آدمی کسی لمحہ بھی اپنے خالق کی یاد سے غافل نہ ہونے پائے۔ ختم المرسلین کی سنت کو مشعلِ راہ بنانے سے اللہ کا تصور کس طرح ہر دم پیش نظر رہتا ہے، ہر لمحہ یہ یاد تازہ رہتی ہے، اس کی مختصر تفصیل ذیل کی سطور میں ملاحظہ ہو۔

ہر اچھے کام کا آغاز "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ کھانے کا پہلا لقمہ اٹھانے سے قبل "بسم اللہ" پڑھنا ضروری ہے۔ کھانے کے بعد اظہارِ تشکر کے طور پر "الحمد للہ" کہنا بھی لازمی ہے، وعدہ کرتے ہوئے یا کسی ارادے کے اظہار کے وقت "ان شاء اللہ" کہنا اسلامی آداب کا خصوصی جزو ہے۔ کسی کی تعریف مقصود ہو تو "سبحان اللہ" کہا جاتا ہے، حوصلہ افزائی مطلوب ہو تو ماشاء اللہ کہنا چاہیے۔ اسلامی طرزِ معاشرت کی یہ خوبی

ہے کہ کسی دوست یا عزیز کو رخصت کرتے وقت اسے فی امان اللہ کا تحفہ پیش کیا جاتا ہے۔ حیرت و استعجاب کے موقع پر منہ سے بے ساختہ اللہ اللہ نکل جاتا ہے۔ قسم کھاتے وقت، یقین دہانی کے لیے یا زور بیان کی غرض سے "واللہ" یا "واللہ باللہ" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ کوئی شخص کسی پیاسے کو پانی پلا دے، کسی بھوکے کو کھانا کھلا دے یا کوئی اور خدمت بجالائے تو دعا کے طور پر اسے "جزاک اللہ" سے نوازا جاتا ہے۔ اذان میں "اللہ اکبر" اور "لا الہ الا اللہ" کی صدائیں فضا میں گونجتی ہیں اور اللہ کی موجودگی، حاکمیت اور خالقیت کی یاد دہانی کراتی ہیں۔ نماز بجائے خود اللہ کی ہستی، عظمت اور رب العالمین کا زندہ ثبوت ہے۔ ہر نمازی کا پختہ عقیدہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے دربار میں حاضر ہے، عرض گزار ہے، اللہ اس کی ہر بات سن رہا ہے اور اس کی کیفیت کو دیکھ رہا ہے۔ نماز کی ابتدا اللہ اکبر سے ہوتی ہے اور اختتام "رحمت اللہ" پر ہوتا ہے۔ ثنا، سورۂ فاتحہ اور دوسری سورتوں میں بار بار مختلف انداز اور اسلوب سے اللہ کا نام، اس کا ذکر اور تعریف و توصیف ہوتی ہے، نماز کے دوران میں ہر رکن پر اللہ اکبر کہا جاتا ہے، دعا نماز کا لازمی جزو ہے، جو اس عقیدے سے مانگی جاتی ہے کہ اللہ قادرِ مطلق اور عطا کنندہ ہے، دعا میں "آمین اللھم آمین" بھی کہا جاتا ہے۔

روزہ ایک ایسی بنیادی عبادت ہے جس کا علم کسی دوسرے شخص کو از خود نہیں ہو سکتا، اللہ اور اس کے بندے کے مابین یہ ایک براہِ راست اور خفیہ معاہدہ ہے، روزہ دار جانتا ہے کہ اللہ کے علم میں ہے کہ وہ روزے سے ہے، روزہ صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے رکھا جاتا ہے، اسے ہر لمحہ اللہ کی موجودگی کا احساس دامن گیر رہتا ہے۔ اوراد و وظائف میں بھی اسی کا تصور سامنے رہتا ہے۔ حج بیت اللہ کے لیے کثیر رقم کا خرچ اور سفر کی صعوبتیں اسی لیے برداشت کی جاتی ہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے، اس سفر میں اللہ کی موجودگی کا احساس دل و دماغ پر پوری طرح مسلط رہتا ہے۔ راستے میں اس کی عظمت اور کبریائی کا بیان مسلسل جاری رہتا ہے، قدم قدم پر "لبیک اللھم لبیک" کی صدائیں بلند ہوتی رہتی ہیں جو فضا میں ارتعاش اور دلوں میں حرارت پیدا کرتی ہیں ـــــ معرکۂ جنگ میں یا کسی اور ابتلا کے وقت عزائم میں جوش اور استقامت کو ابھارنے کی خاطر نعرۂ تکبیر (اللہ اکبر) بلند کیا جاتا ہے۔ حلال جانور کو ذبح کرتے ہوئے بھی تکبیر پڑھی جاتی ہے۔ حج کے موقع پر جانور قربان کرتے وقت "اللہ اکبر" سے پہلے جو دعا پڑھی جاتی ہے، اس میں بھی ہستیٔ باری تعالیٰ کا اقرار اور اس کی توحید کا اعلان ہوتا ہے۔ بارش نہ ہونے کی صورت میں "نماز استسقا" کی ادائیگی بھی اس عقیدے کی عملی دلیل ہے کہ اللہ قادرِ مطلق ہے اور وہ فریادوں کو سنتا اور قبولیت بخشتا ہے۔

اگر تنفر، بیزاری یا بریت کا اظہار مقصود ہو تو "معاذ اللہ" یا "نعوذ باللہ" کے کلمات کہتے ہیں۔ ان مواقع
استغفر اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ معاذ اللہ، نعوذ باللہ یا استغفر اللہ اور بھی کئی موقعوں پہ کہے جاتے ہیں،
ان سب کا مرکزی خیال کچھ مشترک نوعیت کا ہوتا ہے، پراگندہ خیالی دور کرنے، یکسوئی حاصل کرنے،
وسوں سے نجات پانے اور شیطان کی زد سے بچنے کی نیت سے "لاحول" پڑھتے ہیں۔ لاحول ولا
ۃ الا باللہ"۔ کسی مالی یا جانی نقصان کے موقع پر، انا للہ وانا الیہ راجعون، کہہ کر دلِ غم زدہ کو
لی دی جاتی ہے۔ ان الفاظ میں بڑی معنویت ہے۔ بعض علمائے کرام نے اس کلمے کو نصف ایمان سے
بیر کیا ہے۔ اس میں اللہ کی ہستی، اس کی خالقیت اور قدرت کا اقرار ہے، دوسری دنیا کے عقیدے کا
ہار ہے جس سے یہ بات خود بخود سامنے آجاتی ہے کہ ہم اس دنیا میں جو کچھ کر رہے ہیں اس کا احتساب
وگا۔ جزا، سزا، حشر، عدل، شفاعت، رحم، دوزخ، جنت، فرشتے تمام امور پر یقین کا اعلان بھی
دجاتا ہے۔

بچے کی پیدائش پر اس کے کانوں میں اذان دینے کی تاکید ہے اور یہ سنّتِ نبوی ہے، اس اذان میں
ربار اللہ کا ذکر ہوتا ہے، اس طرح پیدائش کے فوراً بعد نوزائیدہ کے دل و دماغ پر یہ نقوش ثبت کر دیے
جاتے ہیں کہ اس کی آمد بے مقصد نہیں، وہ شتر بے مہار نہیں، اس کا ایک خالق ہے، وہ اللہ کا بندہ ہے اور اللہ
ہی اکبر ہے اور محمد اس کے رسول ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس مسرت آگیں موقع پر عقیقے کی رسم بھی اللہ کے آخری
رسول کی پیروی میں ادا کی جاتی ہے۔ ملاقات کے وقت "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہا جاتا ہے۔ نکاح کی ابتدا
بھی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ہوتی ہے، اس تقریب کی باقی رسوم مثلاً حق مہر، ایجاب و قبول کے کلمات اور
دعا میں بھی اسی غفور الرحیم کا ذکر اور اس کی حمد و ثنا ہے، شادی کے بعد ولیمے کی ضیافت بھی رسول اللہ کی
سنت کا اتباع ہے، دراصل ایک مسلمان شادی اس نیت سے کرتا ہے کہ یہ اللہ کا حکم اور نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اسلام تجرد کی زندگی کو ناپسند کرتا ہے اور جنگلوں یا غاروں میں دنیا سے لاتعلق ہو کر
عبادت گزاری کی اجازت نہیں دیتا۔ لارھبانیۃ فی الاسلام۔ میت کے لیے جو دعائے مغفرت کی جاتی ہے،
اس میں بھی یہی تصور پیشِ نظر رہتا ہے کہ اللہ حاضر و ناظر ہے، وہ مشکل کشا اور فریاد رس ہے۔ قرآنِ حکیم کی
تلاوت بھی یہ سمجھ کر کی جاتی ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اس کے پڑھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ کسی مسکین، مسافر،
مفلس یا حاجت مند کی مدد کرتے وقت یہ حقیقت ذہن نشین رہتی ہے کہ یہ کام خداوند کریم کی خوشنودی کی خاطر

کیا جا رہا ہے اور متعلقہ شخص سے کسی بدلے یا معاوضے کی توقع نہیں۔ زکاۃ، صدقات، خیرات، نذر نیاز، یا کوئی اور مفید انسانیت کام کرتے وقت یا کسی یتیم خانے، رفاہی ادارے، کسی مدرسے، شفاخانے یا خدمت خلق کے کسی ادارے کی مالی معاونت کرتے وقت بھی ہمیں یہ یقین ہوتا ہے کہ ہم یہ کارِ خیر فی سبیل اللہ کر رہے ہیں، شہرت یا دنیاوی منفعت مطلوب نہیں، اس کا اجر خدا دے گا۔

اسلامی معاشرے میں زندگی کی پہلی سانس سے آخری سانس تک ہر لمحہ، ہر قدم، ہر موقع اور ہر موڑ پر اللہ کا تصور پیشِ نظر رہتا ہے جس کا منطقی نتیجہ ہم آہنگی، ہم خیالی، وحدتِ فکر و نظر اور وحدتِ عمل کی صورت میں نکلتا ہے، نفاق کی جگہ اخلاص کی فضا پیدا ہوتی ہے، اخوت اور محبت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں، خیالات میں وسعت آتی ہے، اجنبیت اور غیریت کے احساسات مٹتے ہیں، ایک مسلمان بایں وجہ جغرافیائی نسلی اور لسانی عصبیتوں سے بالاتر ہوتا ہے کہ وہ ہر وطن کو اپنا وطن، ہر ملک کو اپنا ملک اور ہر شخص کو اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھتا ہے، وہ کسی جگہ اور کسی ماحول میں بھی خود کو اجنبی اور غیر نہیں پاتا۔ ہر ماحول کو اپنا لیتا اور ہر معاشرے میں گھل مل جاتا ہے، کیونکہ اس کا تصورِ حیات آفاقی اور عالم گیر ہوتا ہے۔ یہ تصور جتنا محکم ہوگا معاشرہ اسی نسبت سے خوش حال اور خوش گوار ہوگا، افراد اطمینان کا سانس لیں گے اور آرام و آسائش کی زندگی بسر کریں گے۔

مشرقِ بعید میں طلوعِ اسلام

از پروفیسر سید قدرت اللہ فاطمی

یہ کتاب اپنے موضوع میں بڑی دلچسپ اور پُراز معلومات ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ سرزمین چین، اسلام سے کس طرح آشنا ہوئی، اور پہلے پہل مسلمانوں کے قدم کس دور اور کس صورت میں وہاں پہنچے۔ پھر مختلف ادوار میں یعنی بنو امیہ، بنو عباس اور دیگر حکومتوں کے زمانے میں ارضِ چین میں اسلام نے ارتقا کی کتنی منزلیں طے کیں۔ یہ کتاب ہر اعتبار سے لائق مطالعہ ہے۔ کتاب عمدہ ٹائپ میں بہترین کاغذ پر شائع ہوئی ہے۔

قیمت: -/۹ روپے

ملنے کا پتا: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور